نجات کا حسین تصور اور اس کے حصول کے ذرائع اسلام نے پیش کئے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷؍دسمبر ۱۹۷۴ء بمقام جلسہ گاہ مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

انسان کی طرف یوں تو ہزاروں بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیغمبر، نبی اور رسول آئے جنہوں نے اپنے اپنے وقت کے تقاضوں کو پُورا کیا اور مُلک مُلک کے حالات کے مطابق وقت وقت کی انسانی استعداد کے مدِّ نظر انسان کے لئے خوشحالی کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن یہ سب کچھ ان انبیاء پر ایمان کے بعد میسّر آیا اور اب بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایمان کا لفظ اِس جگہ مَیں بطور اسم استعمال کر رہا ہوں۔ بطور مصدر استعمال نہیں کر رہا۔ مفردات امام راغبؒ میں لکھا ہے کہ عربی زبان میں ایمان کا لفظ جب بطور اسم استعمال ہو تو اس کے معنی ہیں وہ شریعت جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ گویا ایمان، شریعت محمدیہ کا دُوسرا نام ہے۔ اِس کامل اور مکمل اور ابدی شریعت کے بعد جو قیامت تک قائم رہنے والی ہے نجات کا تعلق ''ایمان'' سے وابستہ ہے۔ پہلی شریعتیں منسُوخ ہو گئیں کیونکہ اِس کامل شریعت اور مکمل ہدایت کے بعد انسان کے لئے پہلی ہدایتوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اب نجات ایمان سے، شریعت محمدیہ سے وابستہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ نجات کہتے کسے ہیں؟ جہاں تک پہلے مذاہب کا تعلق ہے۔ اُن کی شریعتیں محرف ومبدّل ہو گئیں، انسانی ہاتھ نے اُن میں ملاوٹ کر دی۔ اِس لئے مذہب کے ہر پہلو پر اس تحریف کا اثر پڑا مثلاً ایک

مذہب نے یہ کہا کہ نجات وابستہ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے کفّارہ پر ایمان لانے کے ساتھ، حالانکہ وہ وحی جو حضرت عیسی علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور وہ شریعت جس کے قیام کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے یعنی شریعت موسویہ، اس میں تو کہیں بھی نجات کو مسیح علیہ السلام کی صلیب کے ساتھ وابستہ نہیں سمجھا گیا تھا لیکن چونکہ انسانی ہاتھ نے تبدیلیاں کر دیں اور غلط باتیں بیچ میں ملا دیں اس لئے اس ملاوٹ اور تحریف کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ نجات کو مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا لیکن نجات کے معنے اُن کی نظر سے اوجھل ہیں اور نجات کی حقیقت سے انہیں آگاہی نہیں۔ ہم نے عیسائی لٹریچر کا بڑا مطالعہ کیا ہے۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ نجات ہے کس چیز کا نام مگر یہ صرف شریعتِ محمدیہ کا کمال ہے کہ نجات کی تعریف بھی ہمیں ایمان نے سکھائی۔ نجات کے معنے بھی ہمیں شریعتِ محمدیہ نے سکھائے اور نجات کے حصول کے ذرائع بھی ہمیں شریعت محمدیہ نے بتائے چنانچہ شریعتِ محمدیہ کی رُو سے نجات کے معنی ہیں وہ خوشحالی جس کا تعلق ابدی مسرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ گویا نجات کے معنے انسان کی وہ خوشحالی اور وہ لذّت اور وہ سرور ہے جو اس کی تمام قوّتوں کی سیری کے بعد اُسے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کے مادّی اور جسمانی حقوق قائم کئے ہیں وہاں اُس نے انسان کے ذہنی اور علمی حقوق بھی قائم کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذہنی قوتیں عطا کیں اور اُن کی سیری کے سامان پیدا کئے۔ اُن کی کمال نشو ونما کے سامان پیدا کئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو اخلاقی طاقتیں اور استعدادیں عطا کیں اور اُن کی سیری اور کامل نشو ونما کے سامان پیدا کئے شریعت محمدیہ نے اِس کی طرف بھی رہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چوتھی قسم کی طاقتیں اور قوتیں دیں اور وہ روحانی طاقتیں اور قوتیں ہیں۔ روحانی طاقتوں اور قوتوں کی سیری اور کمال نشو ونما کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا کئے اور شریعت محمدیہ نے وہ راہیں بتائیں جن پر چل کر انسان دُنیوی خوشحالی اور ابدی لذتیں اور سرور بھی حاصل کر سکتا ہے۔ نہ صرف روحانی سرور بلکہ بقیہ طاقتوں سے تعلق رکھنے والی اور بقیہ استعدادوں سے وابستہ جو خوشحالیاں اور جائز لذتیں اور سرور ہیں اور جن کے متعلق خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ میرے بندے ان کو حاصل کریں، اُن کی طرف بھی اسلام

نے رہنمائی کی اور اُن کے اصول کے لئے وسیع سامان بھی پیدا کئے۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے جس کو مختصر طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی ابدی خوشحالی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ساتھ ہے جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے یعنی اُسے یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس قسم کی ہستی ہے اور وہ کن صفات کی مالک ہے قرآن کریم نے صفات الٰہیہ کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیّت اس کی مخلوق کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ اور کس طرح اُس کی وسیع رحمت ہر چیز پر حاوی ہے کس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ہر حصّہ کے حقوق کی تعیین کرتا اور اُن کی حفاظت کرتا ہے اور کس طرح اُس نے انسان کے علاوہ اپنی مخلوق کو انسان کا خادم بنا رکھا ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمتیں انسان پر نازل ہوتیں اور کس طرح اِن رحمتوں کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے آشنا ہوتا ہے کس طرح اس معرفت کے بعد انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اس کی عظمت کو دیکھ کر انسان کا دل لرزاں و ترساں ہو کر اللہ کی طرف جُھکتا ہے، اس خوف سے نہیں کہ وہ کوئی ڈراؤنی چیز ہے بلکہ اس خوف سے کہ اتنی عظمتوں والی ہستی اگر ناراض ہوگئی تو انسان کا باقی کچھ نہیں رہے گا۔ پس نجات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت سے وابستہ ہے اور یہی معرفت ہے جس کے نتیجہ میں محبت اور خشیت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اس زندہ تعلق کے نتیجہ میں انسان کو اِس دنیا میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی اتنی خوشیاں مل جاتی ہیں کہ اسے کسی اور چیز کی کوئی احتیاج باقی نہیں رہتی اور نہ کسی چیز کی کمی کا کوئی احساس باقی رہتا ہے۔ اسلام نے نجات کے حقیقی معنوں کو کھول کر بیان کیا اور بتایا کہ انسان کو حقیقی خوشی اور خوشحالی۔ ابدی لذتیں اور سرور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نتیجہ میں ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت کے نتیجہ میں خشیت اللہ اور محبت الٰہیہ پیدا ہوتی ہے۔ محبت خود ایک بڑا سرور ہے۔ جو لوگ روحانی محبت کا تجربہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنا عظیم سرور ہے۔ اس کے مقابلہ میں مادّی دُنیا سے جو لذتیں تعلق رکھتی ہیں وہ کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ مثلاً پسندیدہ کھانا ہو، بھوک لگی ہوئی ہو انسان کی طاقتیں فعّال ہونے کی وجہ سے مزید طاقتوں کا حصول چاہتی ہوں اور وہ شوق سے کھانا کھا رہا ہو تو یہ بھی ایک لذّت ہے لیکن

وہ لذّت جو خدا تعالیٰ کے پیار سے انسان حاصل کرتا ہے اس کے مقابلے میں دنیوی کھانے پینے کی لذّت کوئی چیز ہی نہیں۔ غرض نجات اس خوشحالی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد خشیت اللہ اور محبت الٰہی کے پیدا ہونے کے نتیجہ میں اور خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق کی بنا پر انسان کو حاصل ہوتی ہے اسی خوشحالی اور رضائے الٰہی کو ہم جنت کہتے ہیں۔

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ انسان کے لئے اس دُنیا میں بھی جنت کے سامان پیدا کئے گئے ہیں اور مرنے کے بعد یعنی اس دُنیا سے دوسری دُنیا کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی رضا کی جنتوں میں انہیں داخل کرے گا۔ یہی حقیقی نجات ہے۔ اب یہ بات کہ خدا تعالیٰ کا پیار انسان کو حاصل ہو جائے اور اس کے نتیجہ میں ہر قسم کی خوشحالی کے سامان پیدا ہو جائیں۔ یہ کسی اور کے مجاہدہ اور قربانی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ یہ خود انسان کے اپنے عمل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ کہ وہ خدا کی راہ میں انتہائی کوشش کرے۔ خدا کے سوا کسی اَور کی طرف ذرّہ بھر میلان نہ ہو۔ دل میں غیر اللہ کے ہر نقش اور ہر دُوئی کو مٹا کر خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک سچّا اور زندہ تعلق قائم کرے۔ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق کے نتیجہ میں جو خوشحالی پیدا ہوتی ہے، وہ اس دنیا میں بھی جنت کے سامان پیدا کر دیتی ہے اور اُخروی جنتوں کا بھی انسان کو وارث بنا دیتی ہے۔ یہ ہے وہ حقیقی نجات اور اس کا حسین تصور جو اسلام نے پیش کیا ہے اور یہی وہ نجات ہے جس کے حصول کے ذرائع اسلام نے بیان کئے ہیں اور یہی وہ نجات ہے جس کی حقانیت کی خدا تعالیٰ کے کروڑوں محبوب بندوں نے پچھلے چودہ سوسال میں گواہی دی۔ اللہ تعالیٰ کے پیار کو انہوں نے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس شیریں آواز کو اُنہوں نے سُنا جس کے مقابلہ میں دُنیا کی ہر آواز بھدّی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حُسن کے جلوے دیکھے تو انسان کو معلوم ہُوا کہ حُسن کا اصل سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر ہمیں اور کہیں خوبصورتی نظر آتی ہے۔ مثلاً گلاب کے پھول میں یا مثلاً برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں کی چوٹیوں کی طرف ہم دیکھتے ہیں تو وہاں خوبصورتی نظر آتی ہے یہ ساری چیزیں تو ذیلی ہیں یہ تو ایک ہلکا سا جلوہ ہے خدا تعالیٰ کی صفات کا۔ حسن کا اصل منبع اور سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ دنیا کی چیزیں جو ہماری خدمت میں لگی ہوئی

ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں دُنیا کی ساری مخلوقات انسان کی خدمت کر رہی ہیں۔ ان کا ہم پر احسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اُس نے اپنے فضل سے ایک طرف ان کو خادم بنایا۔ دوسری طرف ہمیں خدمت لینے کی طاقتیں عطا کیں اور تیسری طرف اس نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم اپنی طاقتوں کا صحیح استعمال کر کے خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات سے خدمت لے سکیں۔

پس نجات کا مدار ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت پر۔ اس کے بغیر نجات حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ کی معرفت کے سوا نجات کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی شریعت کی یہی غرض ہے۔ یوں تو ہر مذہب کی یہی غرض ہوتی رہی ہے لیکن جیسا کہ مَیں ابھی بتا چکا ہوں اسلام سے پہلے کے مذاہب اپنے وقت اور زمانہ میں ایک خاص حلقہ میں اور انسانوں کی محدود بستیوں میں اس مقصد کو پورا کرتے رہے کیونکہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام زمانی اور مکانی لحاظ سے محدود ذمہ داریاں لے کر آتے تھے۔ انسان نے بہت سی تدریجی منازل طے کر کے اپنی استعدادوں کو جلا دینی تھی۔ پس انسانوں کی استعدادوں کے مطابق نجات کے سامان پیدا کئے گئے لیکن محمدی شریعت کے نزول کے بعد دُنیا نے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ کا نظارہ دیکھا۔ شریعت محمدیہ کے فیضان کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو گیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنایا۔ آپ سے پہلے کسی اَور نبی کا یہ کام نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک چھوٹا سا اقتباس پڑھ کر سُناتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:-

”مذہب کی اصلی غرض اُس سچے خدا کا پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے لیکن مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق ہے اور اکثر لوگ دہریہ مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی شناخت بہت کم ہوگئی ہے اس

وجہ سے زمین پر دن بدن گناہ کرنے کی دلیری بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی شناخت نہ ہو نہ اس کا قدر دل میں ہوتا ہے اور نہ اس کی محبت ہوتی ہے اور نہ اس کا خوف ہوتا ہے۔ تمام اقسام خوف اور محبت اور قدردانی کے شناخت کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آج کل دُنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمیٔ معرفت ہے اور سچّے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پہچان کے وسائل بہت سے اس میں موجود ہوں تا انسان گناہ سے رُک سکے اور تا وہ خدا تعالیٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پا کر کامل محبت اور عشق کا حصّہ لیوے، اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے۔ یہ سچّی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو جانا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے اور یہی وہ راحتِ حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہشیں جو خدا کی رضا مندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو؟ اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت اِلٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو کیونکہ انسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بجُز کامل کے غیر ممکن ہے۔ پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے۔‘‘

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۴۸۔ ۱۴۹)

اللہ تعالیٰ فضل اور رحمت سے ہم سب کو اس کامل معرفت سے حصّہ کاملہ عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ یکم فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ۲ تا ۴)

❀❀❀